بلوچستان میں اردو ناول: متنوع رجحانات

ڈاکٹر خالد محمود خٹک*

Abstract:

In Balochistan Urdu Novel had been started with the tendency of reformative purpose with the Romanticism school of thought side by side. After the existence of Pakistan many women entered in this field connected it social life with Romanticism and presented in such a way that reformer would be obvious.

The novel written after 1970, consumed the modern tendencies in such a way that the tendencies of international level were also presented in them. In 21st century the novel of Balochistan shows new levels and elements of tendencies. So it is proved that the novel have decided to go side by side with highiest standard Novel.

ہر تحریر مخصوص موضوع کے تحت لکھی جاتی ہے۔ مصنف کا ذاتی نقطہ نظر اور ادبی ذوق اس کے انتخاب میں مدد دیتا ہے۔ ادبی فضاء ملکی اور بین الاقوامی حالات سے جذب و اخذ کے عمل سے گزرتی ہے۔ جس کی وجہ سے ایک مجموعی میلان فروغ پانے لگتا ہے۔ اسی جھکاؤ کے نتیجے میں موضوعات کی حیثیت بھی رجحان کی سی ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں۔

> ''ادب میں نئے رجحانات بدلتے ہوئے حالات اور ان کے نتیجے میں نئے نئے خیالات اور نظریات کے زیر اثر پیدا ہوتے ہیں۔ جب معیاروں میں تبدیلی ہوتی ہے، اقدار نئی صورتیں اختیار کرتی ہیں تو ادب بھی ان سے متاثر ہوتا ہے۔''(۱)

بلوچستان میں ناول کا آغاز ۱۹۱۵ء سے ۱۹۲۰ء کے درمیانی عرصے میں ہوا۔ بلوچستان کا پہلا ناول

* صدر شعبہ اُردو، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ

''محبت کا دیوتا عرف برابر کی چوٹ'' ہے۔اس کے مصنف جگن ناتھ سیٹھی ہیں۔ یہ ناول وقت کی گرد میں کہاں کھو گیا اس بات کا پتہ نہ چل سکا نہ ہی یہ معلوم ہوا کہ اس کا موضوع کیا تھا اور یہ کس رجحان کے تحت لکھا گیا تھا۔(۲)اس ناول کے اکیس سال بعد ایک اور ناول ''بلوچستان کا مجبور بدمعاش'' منظر عام پر آیا۔اس کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ ناول بلوچستان کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔اس کی زبان پر مقامی اثرات موجود ہیں۔ناول کی زبان آسان ہے۔ مولانا ہوت بلوچستانی نے اس کے کرداروں کو ایسے ہی تخلیق کیا ہے جیسے یہاں کے مقامی لوگ ہوتے ہیں۔ناول میں کرداروں کو بڑی اہمیت حاصل ہے ان کے اردگرد ہی ساری کہانی گھومتی ہے۔ناول کے کردار جیتے جاگتے ہیں۔ بلوچستان کے پس منظر اور مقامیت سے متصف کرداروں نے اس کی اہمیت کو بڑھا دیا ہے۔کرداروں کی یہ صورت حال اس خطے میں ناول کے فن کو تقویت دیتی ہے۔کرداروں کا یہ وصف ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کے اس بیان سے مزید توانائی حاصل کرتا ہے۔

> ''موضوع اور پلاٹ کے علاوہ جدید ناول میں بعض اور امتیازی عناصر ہیں۔ان میں سب سے اہم کردار نگاری ہے۔جسے زندگی کے مطابق ہونا چاہئے۔''(۳)

اس میں بلوچستان کی منظر کشی کی گئی ہے۔ یہاں کے مناظر کو خوب صورت اور حقیقی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ناول کے عنوان سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ اس کہانی کے پس منظر میں وہ بلوچستان کے کسی نوجوان کے بارے میں بتانا چاہ رہے ہیں۔

''بلوچستان کا مجبور بدمعاش'' کی پہلی قسط کراچی کے ایک ہفت روزہ ''بلوچستان'' میں ۹ فروری ۱۹۳۶ء کو شائع ہوئی تھی۔اس کے مصنف مولانا ہوت بلوچستانی ہیں۔ناول کا بنیادی موضوع بلوچستان کی تہذیب وثقافت تھی۔اس کی کہانی میں چند ایسے امور کو زیر بحث لایا گیا ہے۔جن سے قبائلی اخلاقیات پر زد پڑی تھی۔اس کے رجحانات پر اخبار کے مدیر کی اس رائے کے تحت بحث ہوسکتی ہے۔

> ''یہ ناول دلچسپ اور اخلاقی ہے۔''(۴)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدیر نے پورا ناول پڑھا تھا اس کا رجحان تہذیبی اور اخلاقی ہے۔تہذیب میں بلوچستان کی تہذیب، ثقافت اور رہن سہن کو اجاگر کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ ناول میں داستانوی رجحان بھی موجود ہے۔داستانوں کو ابواب میں تقسیم کر کے کہانی پیش کرنے کی روایت عام ہے۔اس ناول میں مصنف نے داستانوی طرز کو اپناتے ہوئے ابواب کے تقسیم کی ہے۔اس کا پہلا باب ''گدڑی پوش فقیر'' کے نام سے منظر عام پر آیا۔اس کے بعد اس کی اشاعت روک دی گئی تھی۔(۵)

نسیم حجازی قیام پاکستان سے پہلے اور کچھ عرصے بعد تک بلوچستان میں مقیم رہے۔ بلوچستان میں قیام کے دوران انہوں نے ایک ناول ''شاہین'' لکھا۔ اس کا موضوع اگر چہ تاریخی تھا لیکن اس میں بلوچستان کا رنگ ہمیں واضح صورت میں دکھائی دیتا ہے۔ انہوں نے جہاں بلوچستان کی زبانوں کے اثرات قبول کئے وہیں منظر کشی کرتے وقت بلوچستان کے مناظر اس کی فضا کا بیان بھی موجود ہے۔ قیام پاکستان کے بعد پورا ملک مشکلات سے دوچار تھا۔ مصنف اسی معاشرے میں سانس لے رہا تھا۔ اس لیے انہوں نے اپنے ناول میں معاشرے کو جگہ دی اور اس کے اثرات قبول کیے۔ انہوں نے اس ناول کے ذریعے مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگانے کی کوشش کی ہے۔ اس ناول میں بلوچستان کی روایات، یہاں کا کلچر یعنی رہن سہن اور رسم ورواج سے مشابہ عوامل کا ذکر کیا گیا ہے۔ ناول کے کردار بھی بلوچستانیوں جیسے ہیں۔ اس سے یہ باب واضح ہوتی ہے کہ بلوچستان میں لکھے جانے والے ناول اسی کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ یہاں کی تہذیب اور معاشرت کا پرچار کرتے نظر آرہے ہیں۔ جس سے ناول کے اجزائے ترکیبی زندگی سے مزین ہوجاتے ہیں۔ ڈاکٹر خورشید الاسلام زندگی کے تعلق سے ناول کے اجزائے ترکیبی کو اس طرح دیکھتے ہیں۔

> ''ناول کا موضوع فرد ہے جو سماج کے پس منظر میں ہمارے سامنے آتا ہے...... اس میں ڈراما بھی ہوتا ہے مصوری بھی...... ناول موجودہ زمانے کا رزمیہ ہے...... افراد کی اندرونی زندگی کا مطالعہ کرتا ہے...... ناول کا منشا زندگی کو اس کے اجزا کے باہمی تعلق کے ساتھ اس طرح پیش کرنا ہوتا ہے کہ اس میں کرداروں کی شخصیت زندہ ہوجائے۔''(۶)

اس ناول کا رجحان تاریخی ہے۔ انہوں نے اندلس کے واقعے کو بیان کرتے ہوئے مسلمانوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے یہ ناول علامتی رجحان کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ مصنف نے ان دو رجحانات کے علاوہ اصلاحی رجحان بھی اپنایا ہے۔

بلوچستان میں اردو ناول نگار خواتین بھی خدمات انجام دیتی رہی ہیں۔ ۱۹۶۰ء کی دہائی میں یاسمین صوفی، حمیدہ جبین، رفعت زیبا اور قیصر شاہین ناول لکھ رہی تھیں۔ ان خواتین کے یہاں گھریلو زندگی کے نشیب وفراز سے قصے بنے گئے ہیں۔ عائلی مسائل، خوشی، غمی، مردانہ نفسیات، معاشرتی قدغنیں، تعلیم نسواں جیسے موضوعات ان کے یہاں بہ کثرت تحریر کئے گئے ہیں۔ یہ ناول عوام الناس کے دلچسپی اور تفریح طبع کے لیے تحریر کیے گئے تھے۔ جن میں اصلاحی مقاصد کو بھی بروئے کار لایا گیا تھا۔ ایسے ناول بھی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ آل احمد سرور اس کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> ''ناول کا اصل مقصد تفریحی ہے دلچسپی قائم رکھنا اس کے لیے ضروری ہے چاہئے وہ

تصویر بتاں، اور حسینوں کے خطوط، کے ذریعے سے ہو یا تصوف اور اخلاق کے مسائل کی موشگافیوں سے۔''(۷)

حمیدہ جبین کا ناول ''عنبرین'' تعلیم نسواں کی ضرورت واہمیت کے پیش نظر لکھا گیا ہے خواتین کے عمومی مزاج و نفسیات کے وہ پہلو جو رومان اور گرہستی سے وابستہ ہیں انہیں معاشرتی تناظر میں بیان کیا گیا ہے۔ان کے ناولوں کا رجحان معاشرتی ہے۔ساتھ ہی ان مسائل کو بھی زیر بحث لے کر آتی ہیں جن سے اس عہد کا معاشرہ دوچار تھا۔ان خواتین نے اپنے اردگرد کے ماحول کو بھی اپنے ناولوں کا حصہ بنایا ہے۔عورت کو گھر میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کا بیان ایک عورت ہی بہتر طور پر کر سکتی ہے کیوں کہ وہ عورت کے مسائل کو اچھی طرح سمجھتی ہے۔ حمیدہ جبین کے ناول ''عنبرین'' میں رومانوی رجحان موجود ہے۔جس میں رومان کہانی کے مرکزی کردار کی باطنی کیفیات واحساسات کے ذیل میں ابھرتے ہیں۔انہوں نے معاشرے میں پھیلے ہوئے مہلک امراض کے بارے میں لکھا ہے۔ساتھ ہی ان امراض سے بچنے کے طریقے بھی بیان کر دیئے ہیں۔

فردوس انور قاضی کا ناول ''خوابوں کی بستی'' ہے۔جو ۱۹۹۰ء میں شایع ہوا۔اس ناول میں سیاسی رجحان نظر آتا ہے۔اس کا بنیادی موضوع سیاست میں ناہمواری، طبقاتی کشمکش اور طاقت ور کی حکمرانی ہے اس طرز کی سیاست نے اپنے پاؤں اس قدر پھیلائے ہیں کہ ملک کے تعلیمی ادارے بھی اس سے محفوظ نہیں رہے ہیں۔طلباء تنظیمیں بظاہر طلباء کے مفادات کی نگران نظر آتی ہیں لیکن حقیقت میں وہ سب کسی نہ کسی سیاسی پارٹی سے منسلک ہیں اور انہی کے پروگرام اور مفادات کو حاصل کرنے کے لیے تگ ودو کرتی ہیں جس کی وجہ سے طلباء میں یگانگت کی بجائے انتشار، افراتفری اور خون ریزی سرایت کرتی چلی جاتی ہے۔اس ناول میں رومانوی رجحان اس طرح موجود ہے کہ عشق کی کہانیاں بھی ساتھ ساتھ آگے بڑھتی ہیں۔دیگر رجحانات میں ناسٹلجائی رجحان بھی موجود ہے۔کردار بار بار اپنے گزرے دنوں کو یاد کرتے ہیں۔اصلاحی نقطہ نظر کے تحت تعصّبانہ رویے کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ناول میں بلوچستان کے مقامی اثرات چھائے ہوئے ہیں۔اس کی منظرکشی، کردار نگاری اور زبان وبیان پر بلوچستان کے اثرات ملتے ہیں۔ڈاکٹر انعام الحق کوثر اس ناول کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''اس ناول میں پاکستان کی سیاست کو موضوع بنایا گیا ہے یعنی سیاست کو کہانی کا روپ دیا گیا۔اردو ناول نگاری میں یہ ناول ایک اچھی کوشش ہے۔جو پاکستان کی بے مہار سیاست اور اس کے تحت پیدا ہونے والی لاقانونیت، تعلیمی اداروں کی زبوں حالی اور ادب وسیاست میں امتزاج پیدا کرنے کی ایک کوشش ہے۔''(۸)

۱۹۹۱ء میں لکھے جانے والے خالد اقبال جوئیہ کے ناول ''پڑاؤ'' میں بھی بلوچستان کا ماحول ملتا ہے۔

''پڑاؤ'' کا رجحان معاشرتی ہے جس میں ایک کیمپ میں مختلف افراد آ کر رہتے ہیں۔ اور اپنی کہانیاں بیان کرتے ہیں۔ جس میں داستانوی رنگ نمایاں ہونے لگتا ہے۔ اس طرح سے معاشرے کے مختلف افراد کو ایک جگہ اکھٹا کر دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر فاروق احمد اس ناول سے متعلق لکھتے ہیں۔

> ''ناول ''پڑاؤ'' ایسی تصنیف ہے جس میں مصنف نے نہایت بالغ نظری سے ناول کے فکری اور فنی دونوں پہلوؤں کا خصوصی طور پر خیال رکھا ہے۔''(۹)

ابتداء میں لکھے گئے ناولوں میں فنی سقم موجود تھے۔ فن ناول نگاری بیسویں صدی میں ارتقائی منازل طے کر رہا تھا لکھنے والے نمایاں رجحانات کے پس منظر اور بلوچستان کے قبائلی نظام کی آمیزش سے ناول تحریر کرنے کی سعی کر رہے تھے۔ یہ ناول اکیسویں صدی میں لکھے جانے والے ناولوں کی ابتدائی کڑی ہیں۔ ڈاکٹر فردوس انور قاضی اس حوالے سے یوں لکھتی ہیں۔

> ''مغرب سے آنے والی روشنی کی کرنوں میں نئی نئی سمتیں نظر آ رہی تھی ان سمتوں مس ایک سمت وہ تھی جس نے ناول نگاری کے فن سے آگاہ کیا۔ ناول کے فن نے جہاں زندگی کے بہت سے چھپے ہوئے گوشے یا ایسے پہلو جن کی طرف پہلے توجہ نہیں کی جاتی تھی، روشنی ڈالی۔ وہاں ادب کی کئی اور سمتوں کو بھی اجاگر کیا۔''(۱۰)

اکیسویں صدی میں بلوچستان میں اردو ناول کا آغاز آغا گل کے ناول ''دشت وفا'' سے ہوا۔ مصنف کو اس صدی کے حوالے سے اپنے ناول کی اولیت کا ادراک تھا۔ اسی لئے انہوں نے ناول کے سرورق پر ناول کے عنوان کے نیچے ایک سطر میں ''اکیسویں صدی میں بلوچستان کا پہلا ناول'' کے الفاظ طبع کرا کے یہ اعلان کیا کہ یہ صدی ان کے ناول کے رجحانات کے نئے زاویے سامنے لا کر اپنے آپ کو نہ صرف منفرد کرے گی بلکہ بیسویں صدی کے رجحانات کے چند پہلو بھی اس کے توسط سے آگے بڑھیں گے۔ اس ناول کا بڑا رجحان سیاسی ہے۔ جس میں اپنے عہد کے سیاسی منظر نامے کی ناہمواری اور اس سے پیدا ہونے والے معاملات کے پس منظر میں موضوع کو آگے بڑھایا گیا ہے۔ اس رجحان کے ہمراہ وطن سے محبت کا عنصر بھی واضح ہوتا ہوا نظر آتا ہے جو رجحان کے اعتبار سے واضح مقصدیت کا طابع ہے۔ کہانی میں عمومی دلچسپی پیدا کرنے کے لیے محبت کے المیے کو ساتھ ساتھ پھیلایا گیا ہے یوں رومانی رجحان بھی اس ناول کا اہم حصہ ہے۔ لیکن تمام تحتی رجحانات سیاسی رجحان کے طابع ہیں یا اس سے شانہ ملا کر آگے بڑھنے کے پابند ہیں۔

بیسویں صدی میں ''خوابوں کی بستی'' کے زیر اثر جو سیاسی فضا تیار کی گئی تھی آغا گل نے اسی فضا کو مزید مستحکم کر کے اس خطے میں سیاسی ہلچل اور اس سے پیدا ہونے والی طبقاتی کشمکش کے مزید زاویے واشگاف کئے ہیں۔

ان کا یہ طرزِ عمل ایک رجحان سے مزید زاویے تراشنے کا عمل ہے۔ جب کہ وطن پرستی اور رومانی رجحانات اس تسلسل کی کڑیاں ہیں جو ابتدائی ناولوں سے بلوچستان میں تشکیل پاتی چلی آ رہی ہیں۔

آغا گل کے ناول ''بیلہ'' میں محبت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ محبت کی کسک اور بے چینی معیشت کے کمزور اور توانا پہلو سے مشروط ہے۔ ناول کے مرکزی کردار تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں۔ اس ناول پر یہاں کے مقامی اثرات ملتے ہیں۔ اس کی کردار نگاری میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ کردار کہانی کے مطابق ہوں جب کہ کرداروں کو مقامی رنگ کے مطابق ڈھالا گیا ہے۔ کہیں کہیں منظر کشی کو اس طرز پر ڈھالا گیا ہےکہ کوئٹہ سے کراچی جاتے وقت کے مناظر کا بیان سفر نامے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ پرانے رجحانات میں سب سے پہلے گھریلو ماحول ملتا ہے۔ جس میں ایک گھر کے مسائل اور پریشانیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ وہاں رومانوی رجحان بھی موجود ہے۔ ناول میں اصلاحی رجحان بھی نمایاں ہے۔ جس میں فرد کی اخلاقیات کو راہ راست پر ڈھالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عمومی منظر کشی میں معاشی حالات کی بھی تصویر کشی کی گئی ہے اور ساتھ ہی تہذیب، رسم و رواج کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ آغا گل کے یہاں بھی زبان مقامی اثرات سے آزاد نہیں ہے۔ آغا گل کے اس ناول میں موضوعاتی تنوع ملتا ہے۔ قبائلی و علاقائی بود و باش میں گھریلو زندگی کے نشیب و فراز دکھائے گئے ہیں۔

شاہ نواز علی کا ناول ''شب گزیدہ سحر'' میں بھی یہی رجحانات نظر آتے ہیں۔ سب سے پہلے معاشرتی رجحان ہے جس میں گھر کی کہانی بیان کی گئی ہے۔ گھر کی چار دیواری میں رہنے والے افراد کے مزاج کے فرق پر مختصر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اس کہانی میں اصلاحی رجحان بھی ہے۔ اس ناول میں رومانی رجحان محبت کی مثلث کی صورت میں موجود ہے۔ محبت کی کسک، تڑپ، اس کے لیے قربانیاں دینا یہ سب اس کی کہانی کا حصہ ہیں۔ معاشرتی رجحان میں لندن اور پاکستان کے معاشرے کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

''شب گزیدہ سحر'' میں سماجی حقیقت نگاری کے ذریعے معاشرتی سطح پر ہونے والی عالمی حق تلفیاں موضوع بنائی گئی ہیں۔ ناول کا مرکزی کردار ایک یتیم بچہ ہے جو والدین کے دستِ شفقت سے محروم ہونے کے بعد عزیز و اقارب کی بدسلوکی کا شکار ہے۔ بچیوں کا نکاح ان کی رضا مندی کے بغیر کر دیا جاتا ہے۔ دوسری جانب والدین کے اس عمومی رویے پر قلم اٹھایا گیا ہےکہ وہ لڑکی کی شادی کے سلسلے میں اپنی دانست میں بہترین فیصلہ کرتے ہیں لیکن ان کی کوتاہیوں کی سزا بالآخر لڑکی ہی کو بھگتنا پڑتی ہے۔ مصنف محبت کے المیوں کو سماجی رویہ ثابت کرتا ہے۔ اس ناول کی فضاء پر مقامی اثرات کی چھاپ واضح ہے۔ کردار نگاری، زبان و بیان، منظر کشی، تہذیب و روایت بھی ان اثرات کے سائے میں آگے بڑھتی ہے۔

اکیسویں صدی کے ایک اور ناول نگار ہاشم ندیم ہیں۔ جن کے اب تک چار ناول منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ اپنے پہلے ناول ''خدا اور محبت'' میں انہوں نے محبت کو موضوع بنایا ہے اس کی تکلیفیں، پریشانیاں، پھر بھی محبت کو نہ پانا اس کا بنیادی موضوع ہے۔ گھریلو موضوع پر انہوں نے طبقاتی اونچ نیچ کے پس منظر پر یہ حقیقت بیان کی ہے کہ دونوں کے رہن سہن میں بہت فرق ہے ان میں پیار کرنے اور شادی کرنے کو غلط اور جرم قرار دیا جاتا ہے۔ دونوں میں سے کوئی بھی محبت کرنے والوں کے بارے میں نہیں سوچتا ہے۔

ناول میں اسلامی رجحان بھی موجود ہے۔ نماز، مولوی، مسجد اور کلمے کا بار بار ذکر اس طرزِ فکر کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس کا بنیادی موضوع ہی اسلام اور محبت ہے۔ اس میں اصلاحی رجحان بھی موجود ہے۔ غلط مغربی روایات کی اصلاح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ باہمی رویوں پر بھی تنقید موجود ہے۔ اس ناول میں کردار نگاری کرتے ہوئے اس بات کو اہمیت دی گئی ہے کہ وہ ماحول کے مطابق ہی ہوں۔ کرداروں کی اٹھان بلوچستان کے تہذیبی اثرات سے آگے بڑھتی ہے۔ منظر کشی کرتے ہوئے انہوں نے مناظر کی پیش کش میں کوئٹہ اور لندن کے مناظر کھینچے ہیں۔ ''خدا اور محبت'' کی منظر کشی میں ہاشم ندیم کے ہاں مقامی رنگ بھی موجود ہے۔ اور لندن کی فضائیں بھی کارفرما ہیں۔ وہاں کا ماحول، موسم، یونیورسٹی اور رہن سہن کا ذکر اس کہانی کا حصہ ہے۔ پس منظر میں کوئٹہ کے رہن سہن، رسم و رواج کا بیان، محبت کی خاطر قربانی دینا اور اسلام کو پھیلانا مقصود ہے۔ ان رجحانات کا تسلسل ناول کی ایسی خوبی ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ڈاکٹر فردوس انور قاضی ان عوامل کے بارے میں لکھتی ہیں۔

> ''کوئی ادبی شہ پارا اپنے ماحول اور منظر سے ہٹ کر تشکیل نہیں پاتا۔ کردار نگاری کے ساتھ ساتھ منظر نگاری اور ماحول کی عکاسی ہی زندگی کی اس تصویر کو مکمل کرتی ہے۔ جس کو ناول میں پیش کیا گیا ہو۔''(۱۱)

ہاشم ندیم کے دوسرے ناول ''بچپن کا دسمبر'' میں محبت کو موضوع بنایا گیا ہے لیکن یہ محبت باقی کہانیوں سے مختلف ہے وہ اس طرح کہ اس میں محبت کا آغاز بچپن سے ہوتا ہے جس میں ایک بچے کے جذبات و احساسات کو بیان کیا گیا ہے اور عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کی محبت میں شدت آتی رہتی ہے۔ بڑے ہونے پر اس کے احساسات و جذبات بچپن کے مقابلے میں مختلف ہو جاتے ہیں اور جوانی کی محبت کے جذبات اور نفسیاتی کشمکش کو کہانی میں اختتامی نقطہ بنا دیا گیا ہے۔ کہانی میں عام معاشرے سے چند ایسے کردار لیے گئے ہیں جن کے ذریعے مصنف نے مشرقی معاشرے کی نفسیات، جذبات و احساسات اور چند معاشرتی پابندیوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ صرف انسان کے مثبت روپ کو سامنے نہیں لایا گیا ہے بلکہ اس کے منفی رویوں کو بھی شامل رکھا گیا ہے۔

اس کہانی میں اصلاحی پہلو بھی موجود ہے۔جس میں بلوچستان کا رنگ جھلکتا ہے۔اس کی زبان و بیان پر مقامی اثرات ملتے ہیں اور ساتھ ہی کرداروں پر بھی مقامی رنگ چڑھا ہوا ہے۔منظر کشی میں کوئٹہ کے مناظر کا بیان موجود ہے۔کوئٹہ کا موسم، برف باری، بچوں کا کھیلنا ان سب کو بیان کیا گیا ہے۔مرکزی رجحان رومانیت ہے جو کہانی میں مختلف طریقے سے پیش کیا گیا ہے۔اس کہانی میں معاشرتی رجحان بھی موجود ہے۔ایک محلے سے پورے معاشرے کی تصویر کشی کی گئی ہے۔جس سے قاری کو وہ دکھانا مقصود ہے جو ناول نگار موزوں سمجھتا ہے۔ڈاکٹر سہیل بخاری اس طرز اسلوب کو سراہتے ہوئے کہتے ہیں۔

> ''مسلسل ذاتی تجربات کی بنیاد پر ہر انسان کا ایک فطری انداز اور معیار قائم ہو جاتا ہے اور پھر وہ دنیا کے ہر واقعے پر ایک مخصوص زاویے سے نظر ڈالتا ہے اور اس کی تفسیر کرتا ہے۔ناول نگار جب قاری کے سامنے کچھ واقعات پیش کرتا ہے تو اس کا یہی مقصد ہوتا ہے کہ جس طرح اس نے زندگی کو دیکھا اور سمجھا ہے اس طرح قاری بھی اسے دیکھے اور سمجھے۔''(۱۲)

ہاشم ندیم نے اپنے اگلے ناول ''عبداللہ'' میں محبت کو موضوع بنایا ہے۔عشق حقیقی اور عشق مجازی کی تکلیفوں اور منزلوں کے بارے میں بیان کیا ہے۔اس کہانی میں عملی طور پر یہ بات نظر آتی ہے کہ عشق مجازی ہی عشق حقیقی کی پہلی سیڑھی ہے۔اللہ تک رسائی حاصل کرنا اور اس کی خوشنودی کا ہر پل، ہر لحہ خیال رکھنا اتنا آسان نہیں۔اس کے لیے بے شمار امتحانات ہماری راہ دیکھتے ہیں۔اور قربانیوں کے بعد یہ اور نکھر کر، نئے عزم کے ساتھ سامنے آتا ہے۔اس کہانی میں تصوف کو موضوع بنایا گیا ہے۔تصوف کی راہ میں کیا مشکلات پیش آتی ہیں۔اس سے مقابلہ کس طرح سے کیا جاتا ہے؟اس کا یہ جواب بھی موجود ہے کہ تصوف میں ہر وقت اللہ کی خوشنودی کی فکر رہتی ہے۔انسان اللہ کے بندوں کی مدد کرتا ہے اور خیال رکھتا ہے۔اس میں معاشرے کو بیان کرتے ہوئے اس کی برائیوں کو تحریر کیا گیا ہے۔انسان خود اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی زندگی کیسے برباد کر رہا ہے اس کا بیان بھی موجود ہے۔اصلاحی پہلو یہ ہے کہ خود کو اتنا بلند و عظیم نہ سمجھو کہ اپنے سے نچلے طبقے کو کیڑے مکوڑے سمجھنے لگو۔

ہاشم ندیم کے ناول عبداللہ اور ''عبداللہ ii'' دونوں کے موضوعات میں اگرچہ یکسانیت پائی جاتی ہے لیکن کچھ نئے موضوعات بھی ہیں۔اس میں غریب لوگوں کو کہانی کا حصہ بنایا گیا ہے جن کی زندگی ظلم و جبر میں بسر ہوتی ہے۔اس کہانی میں معاشرتی کیفیات اس طرح سے بیان کی گئی ہیں کہ کہانی جس علاقے، ملک یا شہر کا رخ کرتی ہے وہاں پر اس کا تہذیب و تمدن نظر آتا ہے جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کردار اس وقت کس جگہ پر موجود ہے۔

بلوچستان میں جن کہانیوں کے ماتحت ناول لکھے جا رہے ہیں۔ان میں ایسی کہانیاں موجود ہیں جو آفاقی

حیثیت رکھتی ہیں تاہم ان میں بعض کے موضوعات بھی نئے ہیں۔ بلوچستان میں اکیسویں صدی میں لکھنے جانے والے ناولوں کے عمومی رجحانات میں اہم ترین اصلاحی اور مقصدی، رومانوی، ترقی پسندانہ، اسلامی اور تصوف کے رجحانات حاوی ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ ناسٹلجائی رجحان بھی ان رجحانات کے ساتھ شیر وشکر ہو جاتا ہے۔یعنی اس دور میں یہاں کے ناول نگاروں نے بہ یک وقت ان رجحانات سے استفادہ کیا ہے جو اردو ناولوں میں ہمیں ایک یا ایک سے زیادہ کی تعداد میں نظر آتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان سب کی موجودگی میں کوئی ایک توانا رجحان غالب دکھائی دیتا ہے۔جس کے زیر اثر باقی کیفیتیں ترتیب پا کر اپنے اثرات کو نمایاں کرتی ہیں۔ان سب کے ساتھ ساتھ سب سے دلچسپ اور اہم ترین رجحان بلوچستان کی تہذیب، معاشرت اور مقامیت کے رنگ ہیں جو ان ناولوں میں جا بجا اپنا حسن نمایاں کرتے نظر آتے ہیں۔ان اثرات کے ماتحت زبان و بیان کا ایک نیا پہلو بھی سامنے آتا ہے جو بعد کے کسی عرصے میں اردو لغت سازی کے لیے مفید سرمایہ ثابت ہوگا۔ یہ پہلو اردو کے ساتھ مقامی زبانوں کے الفاظ کے استعمال کی رنگا رنگی ہے جو بلوچستان کے ناولوں کو اردو کے اہم ناولوں کے ساتھ کھڑا کر کے اپنی خوشبو کو پھیلانے کی کوشش کر رہی ہے۔

حوالے، حواشی

۱۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، مشمولہ آزادی کے بعد اردو ناول کی ہیت، اسالیب اور رجحانات، ص ۱۰۴، ۱۰۵

۲۔ پہلی جنگ عظیم، دوسری جنگ عظیم اور پھر ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کی وجہ سے پورے برصغیر میں بہ کثرت آبادیاں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی رہیں جن میں اہل علم بھی شامل تھے اس انتقال آبادی کی وجہ سے بلوچستان میں بھی بہت سے لوگ اپنی جائے سکونت بدل کر ان مقامات پر چلے گئے جن کا سراغ اب کسی بھی ذریعے سے نہیں ملتا ہے۔ بلوچستان کے پہلے ناول کے مصنف جگن ناتھ سیٹھی بلوچستان کے شہر لورالائی کو چھوڑ کر کب اور کہاں چلے گئے نہ تو پرانے مواد میں اس کا تذکرہ ہے نہ ہی جدید تحقیقات سے اس بارے میں کوئی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔غالب امکان یہی ہے کہ وہ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد کسی وقت موجودہ انڈیا کے کسی علاقے میں منتقل ہو گئے تھے۔اس عرصے میں ان کا ناول جن ہاتھوں تک پہنچا وہ بھی اس خطے میں نہ رہے یا ناول کی حفاظت نہ کر سکے۔جس کی وجہ سے یہ ناول وقت کی گرد میں اس طرح دب کر رہ گیا کہ اب اس کے مندرجات کے بارے میں کسی کو کوئی علم نہیں ہے۔ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے اپنی کتاب ''بلوچستان میں اردو'' میں صرف اس قدر لکھا ہے کہ جگن ناتھ سیٹھی کا ناول 1915ء سے ۱۹۲۰ء کے درمیانی عرصے میں شائع ہوا تھا۔اور اب اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔لورالائی کے قدیم پڑھے لکھے باسیوں نے اس کا مطالعہ کیا تھا جس سے اس کی موجودگی کی شہادت ملتی ہے۔ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن نے اس ناول پر اپنی تحقیقات میں اتنا اضافہ ضرور کیا ہے یہ ناول دو سو کی تعداد میں شائع ہوا تھا۔

۳۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ''آج کا اردو ادب'' ص ۱۷۲

۴۔ بلوچستان ہفت روزہ، ۹فروری ۱۹۳۶ء

۵۔ پہلی قسط کی اشاعت کے وقت متن سے پہلے مدیر نے ناول کے بارے میں جو مختصر معلومات فراہم کی تھیں ان میں ایک اہم پہلو یہ بھی سامنے لایا گیا تھا کہ اس ناول کا متن قسط وار شائع کیا جائے گا مگر دستیاب فائل میں موجود شماروں میں سے کسی میں بھی اس کی کوئی اور قسط شائع نہیں ہوئی ہے جس کے بارے میں مدیر نے کہیں بھی اپنی کسی رائے کا اظہار نہیں کیا ہے۔ اس وجہ سے یہ سراغ لگانا ممکن نہیں ہے کہ اس کی اشاعت کا سلسلہ کیوں روک دیا گیا تھا۔

۶۔ ڈاکٹر خورشید الاسلام، ''ناول کا فن''، مشمولہ تنقیدیں، ص ۸۲۔۸۷۔

۷۔ آل احمد سرور، اردو ناول کا ارتقاء، مشمولہ، اردو نثر کا فنی ارتقاء، ص ۱۰۳۔۱۰۴۔

۸۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر، ''بلوچستان میں تذکرہ اردو'' ص ۲۰۳۔

۹۔ ڈاکٹر فاروق احمد، ''بلوچستان میں اردو زبان و ادب'' ص ۱۹۲۔

۱۰۔ ڈاکٹر فردوس انور قاضی، ''اردو افسانہ نگاری کے رجحانات'' ص ۳۰۔

۱۱۔ ڈاکٹر فردوس انور قاضی، ''اردو ادب کے افسانوی اسالیب'' ص ۸۳۔

۱۲۔ ڈاکٹر سہیل بخاری، ''اردو ناول کی تاریخ و تنقید''، ص ۱۵۔

کتابیات

۱۔ ابواللیث، صدیقی، ڈاکٹر، ۱۹۹۰ء ''آج کا اردو ادب'' رہبر پبلشرز، کراچی

۲۔ انعام الحق، کوثر، ڈاکٹر، ۲۰۰۶ء، ''بلوچستان میں تذکرہ اردو''، ادارہ تصنیف و تحقیق بلوچستان، کوئٹہ

۳۔ بلوچستان ہفت روزہ، ۹فروری، ۱۹۳۶ء

۴۔ خورشید الاسلام، ڈاکٹر، ۱۹۶۴ء تنقیدیں، طبع اول علی گڑھ، انجمن ترقی اردو ہند

۵۔ سہیل، بخاری، ڈاکٹر، ۱۹۶۶ء، ''ناول نگاری'' مکتبہ میری لائبریری، لاہور

۶۔ فاروق احمد، ڈاکٹر، ۱۹۹۸ء، ''بلوچستان میں اردو زبان و ادب'' قلات پبلشرز، کوئٹہ

۷۔ فردوس انور قاضی، ڈاکٹر، ۲۰۰۷ء، ''اردو ادب کے افسانوی اسالیب'' ہائر ایجوکیشن کمیشن، اسلام آباد

۸۔ فردوس انور، قاضی، ڈاکٹر، ۱۹۹۹ء، ''اردو افسانہ نگاری کے رجحانات''، طبع دوم، مکتبہ عالیہ، لاہور

۹۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ۲۰۱۲ء، ''اردو نثر کا فنی ارتقاء''، الوقار پبلی کیشنز، لاہور

۱۰۔ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، ۱۹۹۷ء، آزادی کے بعد اردو ناول ہیئت، اسالیب اور رجحانات'' انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی